بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز ـــــــ مجوزہ تعلیمی پالیسی اور مدارس عربیہ

نئی تعلیمی پالیسی میں قدیم عربی نظام تعلیم سے متعلق حصہ کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے جو مشورے وزارت تعلیم کو بھیجے ہیں انہیں یہاں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

جنرل آغا محمد یحیٰ خان صاحب صدر مملکت خداداد پاکستان اور ان کے معزز رفقاء نے مملکت کی فلاح کیلئے کئی اصلاحی قدم اٹھائے ہیں اور بہت سے امور کی اصلاح کی طرف توجہ دی جارہی ہے چنانچہ تعلیم کی اصلاح اور بہبود کی خاطر نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان بھی حکومت کے اسی نیک جذبہ کا مظہر ہے اس پالیسی میں مروجہ دو قدیم اور جدید تعلیمی نظاموں میں تبدیلی کی ضرورت پہ زور دیتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ جدید تعلیم کا مقصد سرکاری ملازمت کیلئے نوجوان طبقہ تیار کرنا تھا اور اس تعلیم میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو نوجوانوں کو ایک آزاد ترقی پذیر قوم کی سیاسی، سماجی، یا اقتصادی ضروریات سے آگاہی بخشے، بالفاظ دیگر جدید تعلیم کا مقصد لارڈ میکالے کی پالیسی کو پورا کرنا تھا جو حکومت چلانے کیلئے صرف مشینی پرزوں کی طرح کام دے سکیں۔ ان کا قالب تو پاکستانی یا ہندوستانی ہو مگر دل و دماغ مغربی ہو۔ قوم کی حقیقی فلاح و بہبود، ملک اور دین کی بھلائی اخلاق اور سماج کی تطہیر اور معاشرہ کی تربیت سے اس تعلیم کو کوئی غرض نہیں تھی۔ دوسری طرف قدیم تعلیم ہے جو عربی مدارس اور دارالعلوموں میں درس نظامی کی شکل میں رائج ہے جس کے بارہ میں رپورٹ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ اس نظام نے اپنے وقت میں ریاستی ضروریات سے آگاہی بھی بخشی اور اس نظام نے بڑے بڑے مفکر، عالم، دانشور اور منتظم بھی پیدا کئے۔ اس نظام میں بذریعہ حفظ و تکرار علوم دینیہ بزبان عربی اس لئے پڑھائے جاتے ہیں کہ خارجی اثرات سے اسلامی ثقافتی اقتدار کا تحفظ ہو سکے ـــ گویا رپورٹ میں پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ عربی قدیم نظام تعلیم نے اب تک اسلامی اقدار

و شعائر اور اسلامی تہذیب کو باقی رکھا ہے یعنی دین کا تحفظ کیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ دو سو برس کی غلامی اور بدترین استبداد کے باوجود اگر آج دین اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہے تو اس کا سہرا ان قدیم علوم پڑھانے والوں کے سر پر ہے اگر دینی مدارس اپنی موجودہ آزاد شکل میں نہ ہوتے تو آج یہ برصغیر بھی بخارا اور تاشقند یا اندلس کا نمونہ پیش کرتا مگر بحمد اللہ تقریباً سو فیصد مسلمانوں کا عقائد صحیحہ پر جمے رہنا اور نصف سے زیادہ مسلمانوں کا عملاً اسلامی تہذیب اور اعمال پر قائم رہنا یہ ان مدارس عربیہ کی خدمات جلیلہ کے بارآور ہونے کی واضح دلیل ہے۔ مدتوں اس پروپیگنڈے کے بعد کہ "دینی مدارس کا وجود بالکل لغو اور بے کار ہے"۔ موجودہ نئی رپورٹ میں ان مدارس کا اسلامی اقدار کے تحفظ کے سلسلہ میں اعتراف کرنا موجودہ حکومت کی نیک نیتی خلوص اور حق پسندی کی دلیل ہے۔ اس رپورٹ سے کم از کم یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے نہ تو دین کی خدمت کی اور نہ مملکت کی فلاح اور ترقی کیلئے کوئی خاطر خواہ رہنمائی کی اور اس عرصہ میں مدارس عربیہ نے اگرچہ دنیاوی علوم اور دنیاوی مفاد سے سروکار نہ رکھا مگر دین اسلام کے تحفظ کا کام تو ان مدارس نے انجام دے ہی دیا۔ اگرچہ ہمارے خیال میں دنیوی علوم اور ترقی سے بے اعتنائی کا الزام بھی ان مدارس پر صحیح نہیں، مگر تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ بات مان لی جائے تب بھی یہ الزام درست نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارا نظریہ ہے کہ تمدن اور اخلاق و معاشرت کی اصلاح اور تطہیر ہی دنیوی ترقی کا سبب ہے۔ آج بھی جن لوگوں میں مذہب کی حرمت باقی ہے ان میں بے دین اور لامذہب لوگوں کی بہ نسبت برائیاں بہت کم ہیں۔ تو جس قوم میں دین ہوگا اس کو حقیقی دنیوی ترقی بھی میسر ہوگی وہ ملک و ملت اور قوم و حکومت کا خیر خواہ اور اپنے فرائض کی بجا آوری کرنے والا ہوگا اس لحاظ سے ایک نظریاتی مملکت جسکی اساس اسلام ہو جسکی بقا مذہب اور مذہبی اقدار پر موقوف ہو اگر کوئی تعلیمی نظام اس بنیادی اور نازک ترین مقصد (مذہب کے تحفظ، فروغ اور اشاعت) کو پورا کر رہا ہو تو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اس بلند مقصد کو پورا کرنے والے قدیم نظام تعلیم کے بارہ میں بھی یہ کہنا کہ یہ ہماری قومی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا ایک گونہ لاعلمی اور زیادتی ہے۔

تاہم رپورٹ کے مطابق اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ نظام بھی ہماری موجودہ ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا اور صرف دین کی خدمت اور دینی اقدار کا تحفظ ہی اس کا مقصد رہا اور برصغیر کی دو سو سالہ تاریخ اسکی شہادت دے رہی ہے کہ یہ نظام اس مقصد میں کامیاب رہا تو اسکی وجہ بھی ہمارے خیال میں صرف ایک ہے کہ دینی مدارس ہمیشہ حکومت کے کنٹرول اور ہر خارجی دباؤ سے آزاد رہے، حالات کی ناسازی، مشکلات اور مصائب کی پروا کئے بغیر یہ مدارس دین کے تحفظ اور صحیح خدمت میں مشغول رہے اور

جدید نظام تعلیم حکومتوں کی نگرانی اور امداد سے پھلا پھولا اور بیرونی یا داخلی حکومتوں کی پالیسیاں اس پر اثر انداز ہوتی رہیں۔ اگر یہ عربی مدارس بھی حکومتوں کی گرانٹ امداد اور ان کے کنٹرول میں ہوتے تو آج یہ مدارس بھی شخصی اغراض اور حکومتوں کی پالیسیوں کی وجہ سے دین کو اس قدر بدل چکے ہوتے کہ اصلی دین کا نام و نشان بھی اس برصغیر میں باقی نہ رہتا اور ان مدارس میں دین کی تعبیر و تشریح کا کام حکومتوں کے جائز و ناجائز مقاصد اور پالیسیوں کی روشنی میں کیا جاتا اور دین میں سراسر تحریف ہو جاتی جس کی کئی مثالیں اور افسوسناک نتائج عالم اسلام میں مل سکتے ہیں۔ بحمداللہ ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوا اور ان دینی مدارس کو چلانے والوں اور پڑھنے پڑھانے والوں نے خالص خوشنودیٔ خداوندی اور فریضۂ مذہبی جان کر اب تک یہ خدمت انجام دی۔ قوم نے خدمت کی تب بھی، نہ کی تو تب بھی ان مدارس عربیہ اور ان سے نکلنے والے علماء حق نے تحفظ دین میں کوتاہی نہیں کی۔ یہ سلسلہ آج تک تو کلاًّ علی اللہ جاری ہے اور مسلمان قوم کی رضاکارانہ تعاون اور امداد سے یہ عظیم کام چل رہا ہے۔ بحمداللہ دین محفوظ ہے اور باوجود کوششوں کے دین میں تغیر و تحریف نہیں کیا جا سکا۔ اب حکومت نے اصلاحی جذبہ کے تحت دونوں نظاموں میں دور رس تبدیلیوں کا ارادہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ دنیوی ترقیات اور قومی ضروریات کے لئے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کافی کام ہو رہا ہے۔ اور اہم ترین ضرورت ہے کہ ان اداروں میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار کی اشاعت کیلئے مؤثر قدم اٹھایا جائے اس نظام تعلیم کا مقصد صرف لارڈ میکالے کے نظریہ کی تکمیل نہ ہو بلکہ ایک اسلامی معاشرہ اور اسلامی مملکت کیلئے نہ صرف دنیا بلکہ دینی لحاظ سے بھی نہایت کامل اور صالح افراد مہیا ہو سکیں۔

رہا عربی مدارس کا نصاب تو اس میں اگر مروجہ لازمی علوم و فنون جن کی ضرورت ہے اگر شامل کر دئیے جائیں تو اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ دنیوی علوم و فنون سے کسی دور میں یہ مدارس عربیہ خالی نہیں رہے ہیں یہ فنون اب بھی مدارس عربیہ میں شامل ہیں مثلاً علم حساب میں خلاصۃ الحساب ریاضی میں تصریح و شرح چغمینی اقلیدس اور فلسفہ قدیم میں صدرا شمس بازغہ وغیرہ اور منطق میں کئی کتابیں زیر درس رہتی ہیں ۔ اب اگر حکومت بعض عصری ترقی یافتہ علوم اور اضافہ شدہ تحقیقات کو سائنس جغرافیہ وغیرہ کی شکل میں اضافہ کی خواہش رکھتی ہے جن کا خود مدارس عربیہ کو احساس ہے۔ تو اسے نگاہِ تحسین سے دیکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ چند باتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

الف : عربی مدارس کے نصاب میں اولیت اور اہمیت بہر حال علوم دینیہ قرآن و حدیث

تفسیر و اصول تفسیر فقہ اصول فقہ اور علوم عربیہ ادب معانی نحو صرف وغیرہ کو رہے۔ ان علوم میں حکومت کو دخل دینے یا ترمیم کرنے کا کوئی حق نہ ہو۔

ب : نئے علوم کے اضافہ اور نصاب میں کمی بیشی کی نگرانی کا کام مدارسِ عربیہ کی اپنی ایک با اختیار تنظیم اور کسی فعال بورڈ کے ہاتھ میں رہے جس میں شامل علماء مدارس عربیہ کے تمام مسائل کی اہمیت اور مسالک و مشرب سے آگاہ ہوں مستند ہوں اور حکومت کے اثر سے آزاد ہوں جن کے تقویٰ و دیانت اور علمی مہارت پر اعتماد ہو اور کم از کم دس سالہ تجربہ مدارس عربیہ میں پڑھنے پڑھانے کا انہیں حاصل ہو اس بورڈ میں ملک کے مستند اور ممتاز مدارس عربیہ کے مہتمین یا صدر مدرس کی کم از کم دو تہائی اکثریت ہونی چاہئے پھر اس بورڈ کے ارکان پر عامۃ المسلمین اور اہل علم کا اعتماد بھی ہو اگر اس بورڈ کا تقرر حکومت کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو خطرہ ہے کہ اس میں سابقہ ثقافتی یا سرکاری تحقیقاتی اداروں جیسے نام نہاد "علامہ اور محقق" قسم کے لوگ شامل کر دئیے جائیں۔ جو اس نظام تعلیم کا سارا نقشہ ہی بدل دیں گے۔

ج : اس با اختیار تنظیم کی ایک مثال ہمارے سامنے مدارس عربیہ کی ایک تنظیم وفاق المدارس کی شکل میں موجود ہے جس کا مرکز ملتان میں ہے، دو ڈھائی سو مدارس اس سے منسلک ہیں اور درس نظامی کی انتہائی کلاس دورۂ حدیث شریف کے امتحانات دس سال سے اس تنظیم کی نگرانی میں یونیورسٹی کی طرز پر ہو رہے ہیں۔ یہ تنظیم مدارسِ ملحقہ کی نگرانی بھی کرتی ہے اور نصاب میں کمی بیشی بھی عرصہ سے اس کے ہاں زیر غور ہے۔ وفاق المدارس کو زیادہ فعال، منظم اور با اختیار بنا دینے کی صورت میں ملک کے بعض دیگر ممتاز مدارس بھی اس سے الحاق کر سکتے ہیں۔ اور بلا کسی دخل اندازی کے حکومت کی نصاب کے سلسلہ میں ماہر اساتذہ اور کتابوں کی فراہمی اور سندات کی منظوری وغیرہ مراعات دینے سے اسکی افادیت اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ حکومت اگر وفاق المدارس یا اس کے متبادل دوسری کسی خود مختار تنظیم کے نامزد کردہ بورڈ ہی کو منظور کرلے اور اس میں غیر ملحقہ مدارس یا جدید علوم کے ماہرین کو بھی نمائندگی دیدی جائے اور اسے با اختیار اور آزاد چھوڑ دے تو حکومت ایک تو بھاری اخراجات سے بچ جائے گی، دوسرے مدارس بھی نظام تعلیم کا معیار باقی رکھنے کے سلسلے میں کئی پریشانیوں اور بے اطمینانیوں سے محفوظ رہیں گے۔

د : مدارسِ عربیہ کے امتحانات اور تعلیمات کی نگرانی، نصاب میں مشورہ اور رہنمائی کا کام اس بورڈ کے ہاتھ میں ہو اور دیگر تمام داخلی انتظامی امور اساتذہ کا نصب و عزل وغیرہ کا

اختیار مقامی مجلس منتظمہ اور مہتمم کی مرضی پر رہے۔

۴ ؛ مالیات کے سلسلہ میں بھی مدرسے کلا خود مختار رہے اور اس کے آمد و خرچ کا کام مجلس منتظمہ ہی پر چھوڑ دے بالفاظ دیگر حکومت مدارس عربیہ کے اخراجات کا بوجھ بیت المال پر نہ ڈالے، اگر کمیشت اور غیر مشروط کسی وقت بطور عطیہ کچھ دے تو حرج نہیں، البتہ گرانٹ کے نام پر حکومت دینی عربی مدارس کی امداد نہ کرے تاکہ ان مدارس کے ساتھ قوم کا تعاون اور اعتماد برقرار رہے اور مالی طور پر حکومت کا دست نگر بننے کی وجہ سے ان علوم کی آزاد اسلامی روح بھی مجروح نہ ہونے پائے۔ دو سو سال سے قوم جس خلوص سے ان مدارس کے خطیر اخراجات برداشت کرتی چلی آتی ہے یہ چیز صرف اس صورت میں آئندہ بھی قائم رہ سکتی ہے کہ حکومت کا مالی تعاون نہ ہو۔ اگر قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان دینی مدارس کو حکومت باقاعدہ مشروط امداد دے رہی ہے تو وہ کنارہ کش ہو جائے گی اور سارا بوجھ سرکاری خزانہ پر پڑ جائے گا جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہونے کی وجہ سے اس نظام کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا موجب بنے گا، اور بنیادی بات وہی ہے کہ دین حکومت کی آئے دن کی پالیسیوں کے نیچے پس جائے گا، اور نادانستہ حکومت کا یہ اصلاحی قدم دین کے ختم کرنے اور اس ملک کی نظریاتی اساس کو برباد کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

۵ : مدارس عربیہ کو مالیات کے لحاظ سے آزاد چھوڑ دینے کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ دینی علوم اور مدارس عربیہ کے نام پہ بددیانتی کرنے لگیں گے۔ تو اس کے تدارک کے لیے حکومت یا منتخب بورڈ ہر مدرسہ کے مالیات آمد و خرچ اور حسابات کی جانچ پڑتال کر سکتی ہے کہ واقعی فلاں مدرسہ موجود ہے یا نہیں ؟ اور تعلیمی سلسلہ اس میں باقاعدہ جاری ہے یا نہیں اور اس کا حساب کتاب درست ہے یا غلط ؟

رہا یہ سوال کہ حکومت کی مالی سرپرستی نہ کرنے اور مالی امداد نہ دینے کی صورت میں علماء اور طلباء کا دنیوی معیار اونچا نہیں ہو سکتا اور معیار زندگی کمزور رہے گا، تو گذارش ہے کہ علماء حق اور دینی مدارس والے یہ خدمت دو سو سال سے فقر و فاقہ برداشت کرکے بقدر کفاف قوت لایموت کی زندگی گذار کر انجام دیتے آئے ہیں یہ جماعت علوم انبیاء کی وارث ہے جن کا اعلان تھا کہ لا اسئلکم علیہ اجراً۔ علماء کے سامنے اصل مسئلہ اپنے لیے معاشی خوشحالی اور پیٹ کا مسئلہ نہیں بلکہ دین کی بقاء اور تحفظ کا ہے۔ اگر حکومت کی کسی نئی پالیسی سے یہ مقصد مجروح ہوتا ہے اور کسی اقدام سے علماء ربانی کا گروہ مطمئن نہیں ہوتا تو وہ ایسے مدارس کو چھوڑ کر اسلاف کی طرح جنگلوں اور درختوں کے سایہ میں

بیٹھ کر وراثتِ نبوت علومِ نبویہ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ انہوں نے بوسیدہ چٹائیوں پر بیٹھ کر برطانیہ اور انگریز کے علی الرغم دین کی خدمت کی تو اب تو بحمد اللہ اپنی حکومت ہے اور علماء ملک کی بقاء کی خاطر اور بھی بڑھ چڑھ کر دین کی حفاظت کریں گے۔ یہ ہمیں یقین ہے کہ موجودہ حکومت دین کی بقاء چاہتی ہے نہ کہ اس کا ضعف اور اس میں تحریف مگر سابقہ تجربات بتلاتے ہیں کہ جب بھی خودغرض اور مطلق العنان قسم کے لوگ اقتدار پر قابض ہوئے تو وہ دین میں دخل اندازی کرنے لگے اور اسے اپنی خواہشات کا خادم اور حاشیہ بردار بنانے لگے جس کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ دین ایسے ملک سے کسی دوسری جگہ اپنا ڈیرہ ڈال دیتا ہے۔ اور خود یہ قوم نہ دنیا کی رہتی ہے نہ دین کی ۔۔۔ بلکہ خسر الدنیا والآخرۃ۔ کا مصداق بن جاتی ہے۔ اس وقت علماء حق اسلام کی خاطر سوشلزم، اشتراکیت، مغربیت اور دیگر لادینی فتنوں کے مقابلہ میں بلا کسی خوف اور لالچ کے سینہ سپر ہیں۔

تو ہمیں یقین ہے کہ دین کی ترویج اور فروغ کی خاطر بغیر طمع و لالچ اور محض خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کرنے سے علماء حق قدیم دینی نظامِ تعلیم کو محفوظ رکھیں گے اور بوسیدہ چٹائیوں اور باسی ٹکڑوں پر گذر اوقات کرکے علومِ دینیہ کی درس وتدریس کو جاری رکھیں گے۔ اس وقت ممکن ہے کہ کچھ لالچی قسم کے لوگ مدارسِ عربیہ پر حکومت کے کنٹرول اور تسلّط کی تائید کریں مگر یہ لوگ نہ تو حکومت کے خیرخواہ ہوں گے نہ دین کے۔ اور نہ اس ملک کے بلکہ انہیں محض اپنے وقتی مفادات عزیز ہوں گے۔ اہلِ حق کا گروہ ہر حال میں بلا کسی لومۃ لائم کے فریضۂ مذہبی ادا کرنے میں سعی بلیغ کرتا رہے گا۔ اور انا نحن نزّلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ کے وعدہ کے مطابق خداوند کریم کی نصرتِ غیبی ان کے شاملِ حال رہے گی ــــــ۔

دو ایک مزید گذارشات پیش ہیں:

الف: اسلامی مدارس کو جدید نظامِ تعلیم میں مدغم کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ جدید نظامِ تعلیم کو درست کیا جائے جس پر حکومت کا کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ اس تبدیلی کے نتائج اگر پاکستان اور دین کے حق میں ظاہر ہوئے تو اس کی افادیت کے بعد مذہبی مدارس خود بخود اپنے نظام میں تبدیلی کا تقاضا کرنے لگیں گے۔ مگر اب تک جدید نظامِ تعلیم جو نہ دین کیلئے فٹ ہے اور نہ دنیا کے لئے اس میں اہم انقلاب لائے بغیر دینی مدارس کو اس سے منسلک کرنے کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ دین کے تحفظ کا جو کام ہو رہا ہے وہ بھی درہم برہم ہو جائے گا۔

ب: مشنری اداروں کو بند کر دینے کی تجویز بھی نہایت قابلِ تحسین ہے اس سے لادینی

اور مغربی فتنوں کا دروازہ بند ہو جائے گا، البتہ پاکستان اقلیتوں اور عیسائیوں کے سکولوں کے آزاد چھوڑ دینے میں یہ خطرہ ہے کہ جو خطرات غیر ملکی مشنری اداروں سے بلا واسطہ درپیش تھے۔ اب وہ ان ملکی اداروں کے ذریعہ بالواسطہ اپنے مقاصد کی تکمیل کراتے رہیں گے۔ لہذا ایک تو ایسا اداروں میں کسی مسلمان بچے کو داخلہ کی اجازت نہ ہو۔ دوسرے ملک کی سلامتی کی خاطر اور ان کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ رہنے کے لئے ان اداروں کی کڑی نگرانی رکھی جائے۔

ج: رپورٹ میں اسلامیات کو میٹرک تک لازمی اور پوسٹ گریجویٹ کے درجہ تک اختیاری قرار دیا گیا ہے، مگر اسلامیات کو آخری درجوں تک لازمی قرار دینا چاہئے اور اس میں ناکام ہونے کی صورت میں آخری ڈگری بھی روک دینی چاہئے اس کے بغیر محض ادھوری اور سرسری دینی معلومات کا نتیجہ خاطر خواہ نہ ہوگا بلکہ نیم عالم خطرۂ ایمان کا منظر ہوگا اور آگے چل کر دین کے بارہ میں ایسے اذہان ارتیاب اور تذبذب کا شکار ہوں گے۔

د: ایک اہم بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ اسلامی علوم کے ماہر ہونے کے علاوہ اسلامی اخلاق و کردار کا عملی نمونہ ہوں، حضورؐ کے اسوہ حسنہ پر گامزن ہوں۔ اسطرح استاد کی زندگی اور تربیت کا اثر شاگردوں پر پڑے گا، ورنہ نرے محقق قسم کے اساتذہ کا کوئی خوشگوار اثر نہیں پڑسکتا۔ اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ میں یہ چیز ضرور ملحوظ ہے، کہ کم از کم ظاہری طور پر تو وہ متشرع اور احکام شریعت کی پابندی کرنے والے ہوں۔

آخر میں ہم تعلیمی پالیسی پیش کرنے والے محترم جناب ائیر مارشل نور خان (جن کے اخلاص تدین اور عالی ہمتی کی بڑی شہرت ہے) سے توقع رکھتے ہیں کہ دو سو برس کے دور غلامی کی خرابی کی جڑیں بہت دور تک پہنچ چکی ہیں۔ کسی بھی انقلابی قدم اٹھانے سے پہلے مسئلہ کے تمام گوشوں کو دیکھ کر نہایت حکیمانہ مدبرانہ اور غیر عاجلانہ قدم اٹھانا چاہیئے۔ جدید تعلیمی نظام میں تبدیلی کیساتھ ساتھ ان لاکھوں افراد کے دینی و اسلامی تربیت پر بھی توجہ دینی چاہیئے جن کا ذہن و دماغ جدید تعلیم کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے، اس نظام کی افادیت ان کے دل میں راسخ ہو چکی ہے یہی لوگ اس نئے تعلیمی نظام کو چلانے والے ہوں گے۔ تو جب تک اس محکمہ سے وابستہ لاکھوں افراد دل و جان سے اسلامیات کی فوقیت اور عظمت کے قائل نہ ہونگے وہ اسے نئی نسل کے قلوب میں پوری شرح صدر کے ساتھ کب اتار سکیں گے۔ اسی طرح جب قدیم علوم پڑھانے والوں کو اس نظام کی افادیت کا علم ہوگا تو وہ جدید علوم و فنون کو بھی بخوشی قبول کر لیں گے۔ ہم انقلابی حکومت کے شکر گذار ہیں کہ اس نے ملک و ملت کی اصلاح کی خاطر اصلاحی اقدامات کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دین و ملک اور مسلمانوں کی کامیابی و سرخروئی کیلئے کام کرنے کی انہیں صحیح توفیق عطا فرمادے۔

عبدالحق غفرلہ

۲۷ر جولائی ۱۹۶۹ء

مہتمم دارالعلوم حقانیہ